© rasailojaraid.com

مکتوبات بسلسلہ مقالہ ٹوبی لیسٹر

[ٹوبی لیسٹر کے قرآن پر زیر بحث مضمون کے ردِعمل میں اٹلانٹک منتھلی میں ہی اپریل ۱۹۹۹ء کے شمارے میں شائع ہونے والے خطوط اور ان پر ٹوبی لیسٹر کے جواب کا ترجمہ بھی قارئین کے استفادے کے لیے ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔]

ا

سید حسین نصر

ٹوبی لیسٹر کے مضمون ?What is the Koran میں اصل مسئلہ یہ نہیں کہ کوئی قرآن کو بطور تاریخی متن کیسے دیکھتا اور متنی اور بائبلی تنقیدی اصولوں پر کیسے اس کا تجزیہ کرتا ہے، بلکہ یہ ہے کہ اس کا خود وحی کے تصور کے بارے میں نقطہ نظر کیا ہے؟ عیسائیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الفاظ خداوندی یا کلمتہ اللہ (Word of God) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسلام میں یہ حیثیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بلکہ قرآن کو حاصل ہے۔

قرآن کو خدا کے الفاظ کے طور پر تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کا نام نہاد تاریخی یا متنی مطالعہ [خود] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تاریخی موجودگی (historical existance) پر سوال اٹھانے کے مترادف ہے جیسا کہ مغرب میں کچھ لوگ دعویٰ کرتے ہیں۔ بائبلی تنقید کے اصول قرآن پر، جو کہ خدا کی طرف سے وحی ہے، لاگو نہیں ہوتے کیونکہ بائبل کا موازنہ [قرآن سے نہیں بلکہ] حدیث کے مجموعوں سے کیا جا سکتا ہے جو کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ و اعمال پر مشتمل ہیں جس طرح کہ بائبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ و اعمال کا احاطہ کرتی ہے۔ احادیث کے مجموعے اور بائبل دونوں وحی کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تکمیل کے بعد مرتب ہوئے جبکہ قرآن اپنی موجودہ شکل میں اسلامی وحی کے آغاز سے ہی موجود چلا آ رہا ہے۔ یہ دعویٰ کرنا کہ قرآن کی مفروضہ تاریخ قرآن کے وحی الٰہی ہونے کی حیثیت کو کم کرتی ہے یا اس پر شک پیدا کرتی ہے، نہ صرف قرآن کی نوعیت کو سمجھنے سے لاچاری کا اظہار ہے بلکہ تاریخی شہادت کے بھی خلاف ہے۔

ان بنیادی نکات کے ساتھ ساتھ مصنف نے کئی دیگر مسائل کو بھی الجھا دیا ہے۔ سب سے پہلے تو یہ کہ قرآن کے نام نہاد متنی یا تاریخی مطالعہ سے قرآن کے الفاظ خداوندی ہونے کی حیثیت کی تردید لازم نہیں آتی۔ کلاسیکی علم وفضل خصوصاً عربی گرائمر، لغت نویسی اور قرآنی تشریح وتفسیر کے علوم کا معیار لاثانی ہے۔ یہ دعویٰ کرنا کہ مسلمانوں نے قرآن کی تاریخی اور متنی جہتوں کا مطالعہ نہ کیا ہوگا، اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں اپنی لاعلمی کا اعتراف کرنے کے مترادف ہے، جب تک کہ کسی کا ارادہ مسلمانوں پر الزام تراشی کا نہ ہو کہ انہوں نے اپنی کتاب مقدس کو سنجیدگی سے نہیں پڑھا۔ مصنف نے جن جدید مسلمان مفکرین کا ذکر اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں کیا ہے کہ قرآن لفظ خداوندی نہیں، وہ گمراہ کن اور ناقص ہے۔ اگرچہ قرآن کے تاریخی اور جدت پسندانہ (modernist) مطالعات اسلامی دنیا میں ایک بہت ہی مختصر اقلیت کی نمائندگی کرتے ہیں لیکن یہ تناظر بھی قرآن کی مقدس (الوہی) بنیاد کو ختم نہیں کرتے، جیسا کہ مصنف کرتا نظر آتا ہے۔ قرآن کے تقدس کو مجروح کیے بغیر ایک خاص تاریخی زاویہ نگاہ سے اس کا مطالعہ کرنا، ایک چیز ہے اور قرآن کو ایک ایسے متن کے طور پر دیکھنا جو کسی مقدس مواد سے خالی اور انسانی تصنیف ہے ـــ جیسا کہ بعض جدید مغربی دعویٰ کرتے ہیں کہ بائبل لکھی گئی تھی ـــ چیزے دیگر ست۔

(Georgetown University, Washington)

۲

ریمنڈ پی سکینڈلن

جدید تاریخی، ادبی اور لسانیاتی حوالوں سے قران کے مطالعے پر، جیسا کہ ٹوبی لیسٹر کے شاندار مقالے میں کیا گیا ہے، چند قدامت پرست مسلمانوں کا غصہ بائبل کے جدید مطالعے کے ضمن میں یہودی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مذہبی حلقوں کے رویوں سے قریبی مماثلت رکھتا ہے۔ انیسویں صدی میں عبرانی متون (صحیفوں) کا جو تنقیدی مطالعہ کیا گیا اسے نہ صرف مقدس صحیفوں کی بے حرمتی پر محمول کیا گیا بلکہ دراصل یہودیت سے نفرت کا نتیجہ قرار دیا گیا۔ حتیٰ کہ سولومن شیختر (Solomon Schechter) جیسے مذہبی اعتدال پسند نے بھی جولیس ویل ہوزن (Julius Well Hausan) کے یہودی صحیفوں (Pentateuch) پر اعلیٰ درجے کے انتقاد کو سامی مخالفت (anti-Semitism) سے تعبیر کیا۔ سولومن شیختر ۱۹۰۲ء سے ۱۹۱۵ء تک امریکہ کے یہودی مذہبی تربیتی ادارے (Jewish Theological Seminary) کے صدر رہے ہیں۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ بائبل پر علمی کام کرنے والے چند محققین اپنی سامی مخالفت سے آزاد نہیں ہیں (جیسے یہ بھی سچ ہوسکتا ہے کہ اسلامی دنیا کے کچھ مغربی طالب علم مشرقِ وسطیٰ کے کلچر سے اپنی نفرت چھپا نہیں سکتے تاہم اسکالرز کا ذاتی رویہ اور محرکات ان کے کام کو غیر معتبر ثابت کرنے کا کافی جواز نہیں ہیں۔

بائبلی تنقید کے نتائج فائدہ مند رہے ہیں اور جدید یہودی مذہبی فکر میں سمائے جا چکے ہیں۔ آج عبرانی متون کا تنقدی مطالعہ تمام لبرل یہودی درس گاہوں (Jewish Seminaries) میں بائبلی مطالعات کی بنیاد ہے۔ ان درس گاہوں میں خود شیختر کی Jewish Theological Seminary بھی شامل ہے، جہاں یہ پڑھایا جاتا ہے کہ مقدس متن کا مذہبی پیغام روایتی اور تنقیدی تاریخی تعبیرات کے پیچیدہ تعامل سے اخذ کیا جاتا ہے۔ مفروضہ یہ ہے کہ ایمان کی بنیاد سچ پر ہونی چاہیے، خواہ جو بھی راستہ اس سچ کی طرف لے جائے اور پھر جہاں بھی یہ سچ لے جائے۔

(Jewish Theological Seminary of America, New York, N.Y.)

۳

ڈیوڈ فش بیک

مذہبی متون کی اس طرح چھان بین جیسے وہ ذراتی طبیعات (Particle Physics) میں ڈاکٹریٹ کا مقالہ ہے، بے حد لایعنی اور فضول کوشش ہے۔ یہ تحاریر چاہے جس بھی ماخذ یا روایت سے اخذ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی گئی ہوں، غیر عقلی اعتقاد کے نظاموں کی معذرت خواہانہ توضیح وتشریح کا فریضہ انجام دیتی ہیں۔ انہیں ڈھونڈ ڈھانڈ کرتنقیدی مطالعہ کا موضوع بنانا، ان سے ان کی اثر انگیزی اور مقصد چھین لینے کے مترادف ہے۔ نام نہاد بائبلی یا قرآنی اسکالران اختراعات کاروں سے زیادہ کچھ نہیں ہیں جو قدیم اساطیر (mythologies) کو سائنسی جواز فراہم کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

(New Brighton, Minn.)

۴

خالد سلیمان

ایک حقیقت جسے ٹوبی لیسٹر نے نظرانداز کر دیا ہے یہ ہے کہ آج تک جب بھی قرآن [مجید] کی نقول تیار کی جاتی ہیں تو جن نسخوں میں غلطی رہ جائے انہیں دفن کر دیا جاتا ہے۔ یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ یہ غلطیاں ہاتھ سے [دورانِ تحریر] ہی سرزد ہوتی ہیں۔ ان نسخوں کو [احترام کے ساتھ] ضائع کرنے کا سب سے عام طریقہ یہی ہے کہ انہیں دفن کر دیا جائے، اور انہیں دفن کرنے کے لیے مسجد سے بہتر کون سی جگہ ہو سکتی ہے؟۔ میرا خیال ہے کہ جن تحریفات پر لیسٹر اتنے ہیجان کا شکار ہے وہ صرف وہ غلطیاں ہیں جو نقول تیار کرتے وقت ہوئیں۔

(Khalid Suleiman, Walsall, England)

۵

جرمیاہ ڈی میک اولائف

ٹوبی لیسٹر نے مسلم فکر کے بعض پہلوؤں کو سمجھنے میں خلط مبحث کا مظاہرہ کیا ہے (اور اس کے بعض بیانات سادہ ترین الفاظ میں گمراہ کن ہیں)۔ اس نے دو دلچسپ موضوعات کو آپس میں الجھا دیا ہے: قرآن کی تاریخ اور قرآن کی تعبیر۔ مزید یہ کہ لیسٹر نے ایسے حوالہ جات استعمال کیے ہیں جو یا تو دستیاب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں ہیں یا اسلام سے کھلی دشمنی کے دعویداروں نے لکھے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں مصنف کے بڑے اور اہم حوالہ جات/مآخذ کا موازنہ اور چھان بین ممکن نہیں اور وہ واضح طور پر غیر علمی اور متعصبانہ ہیں۔

(Pittsburgh, Pa)

ٹوبی لیسٹر کا جواب

سید حسین نصر میرے مضمون کو اس بنا پر مسترد کرنے میں تنہا نہیں کہ اس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ ''قرآن خدا کے الفاظ پر مبنی نہیں''۔ مجھے یہ سن کر افسوس ہوا ہے کہ میرے مضمون سے یہ معنی اخذ کیے گئے ہیں۔ میں نے کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی میرا کوئی ایسا ارادہ تھا۔ جس چیز نے مجھے قرآن کے بارے میں خامہ فرسائی پر آمادہ کیا وہ میرا جذبہ تجسس تھا۔ میں بائبل کو نئے انداز اور نئے زاویوں سے اور [حضرت] عیسیٰ [علیہ السلام] کی تعلیمات کو تاریخ کے حوالے سے سمجھنے کی کوششوں پر مبنی مضامین اخبارات اور رسائل میں باقاعدگی سے دیکھتا رہا تھا اور مجھے اس بات پر حیرانی تھی کہ کوئی قرآن کو بھی نئے زاویوں اور پیمانوں سے سمجھنے کے لیے کی جانے والی کوششوں پر مضامین کیوں نہیں لکھ رہا۔ کیا ایسی کوششیں کی ہی نہیں گئیں؟

یہ بظاہر ایک ایسے متن کے بارے میں مشکل نظر آتا تھا جو روحانی، سماجی، لسانی، تاریخی اور سیاسی حوالے سے نہایت اہم دستاویز ہے۔ اگر ایسا [قرآن کے بارے میں] کوئی علمی کام موجود ہے تو پھر کیوں کوئی اس کے بارے میں بات نہیں کرتا؟ آخر امریکی میڈیا میں قرآن کے بارے میں گہرے مباحث (in-depth discussion) اتنے کم کیوں ہیں؟ یہ اس حقیقت کے باوجود ہے کہ یہ متن ایک ایسے مذہب کی بنیاد ہے جس کے ماننے والوں کی تعداد پوری دنیا کی آبادی کے قریب قریب پانچویں حصے کے برابر ہے؟

چنانچہ میرا مقصد صحافیانہ تھا مناظرانہ نہیں: میں چاہتا تھا کہ اگر قرآن کے کچھ تجدید پسندانہ (revisionist) مطالعات ہیں (نہ کہ محض توضیحی وتشریحی) تو انہیں دریافت کیا جائے۔ اور میں چاہتا تھا کہ وہ تناظر بھی دریافت کیے جائیں جن میں یہ کوششیں ہوئی ہیں ـــــ یا نہیں ہوئیں۔ ایک بار ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لائبریری میں میرے علم میں آیا کہ ایسے بہت سے مطالعات یقیناً موجود ہیں، (میں اس لائبریری کے بارے میں عدم دستیاب (out of print) کتابوں کے ایک ذریعہ کے طور پر جرمیاہ میک اولائف کو بخوشی بتانا چاہوں گا،)۔ میں نے وہی کچھ رپورٹ کیا ہے جو مجھے معلوم ہوا تھا۔ اور اتنے ہی متوازن اور غیر جانبدارانہ انداز میں جتنا میں اختیار کر سکتا تھا۔ یہ کہ اس علمی کام کا کچھ حصہ اشتعال انگیز یا مسلمہ عقائد کے خلاف ہے، اگر میں نے اسے شائع کر دیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ قرآن پر کسی طرح کا ''حملہ'' ہے۔ اگر میں کسی خاص نقطہ نظر کو اجاگر کر رہا ہوتا تو بہتر تھا کہ میں اس علمی کام کو (ڈیوڈ فش بیک کی طرح) مسترد کر دیتا یا (سید حسین نصر کی طرح) توہین آمیز قرار دے دیتا۔ تاہم ایک صحافی کے طور پر میں نے مناسب جانا کہ اس کی موجودگی کے بارے میں بتاؤں۔

میں نے اپنی تحریر میں یہ بھی ضروری سمجھا کہ قارئین کو قرآن اور اس کی مبادیات کے بارے میں روایتی اسلامی نقطہ ہائے نظر سے بھی آگاہ کر دوں۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جسے بیشتر صحافیانہ تحریروں (میڈیا) میں ایک یا دو سادہ سے جملوں میں سمیٹ دیا جاتا ہے۔ میں نے اپنے مضمون میں کئی صفحے قرآن کے بارے میں روایتی نقطہ نظر کو بیان کرنے کے لیے مختص کیے۔ اور اپنی قابلیت کی حد تک قرآن کے بارے میں مختلف اسلامی فرقوں کے مشترک اعتقادات کو سامنے لایا۔ اس کوشش پر کسی نے میری تحسین نہیں کی جبکہ کئی غیر مسلموں نے یہ جان کر اپنی حیرت کا اظہار کیا کہ قرآن اور بائبل کے پیغام اور مندرجات میں کتنی مماثلت پائی جاتی ہے۔ مجھے یہ امید تھی کہ مطالعات قرآن پر روایتی اور غیر روایتی دونوں نقطہ ہائے نظر متعارف کرا کر میں قارئین کو ان آراء پر خود اپنا ذہن بنانے کا موقع دے رہا ہوں۔ اس اعتبار سے میرا خیال ہے کہ خالد سلیمان کی رائے (approach) زیادہ بہتر ہے۔ اس نے میرے مضمون کو توہین آمیز قرار دے کر مسترد کرنے کی بجائے سادگی کے ساتھ یہ واضح کیا کہ یمنی پارچہ جات میں متنی انحراف سامنے آنے کا مطلب یہ نہیں کہ اب اسلامی تاریخ کو نئے سرے سے سمجھنا ضروری ہو گیا ہے۔

ڈیوڈ فش بیک کی طرف سے مذہب کا انکار اور اس کے تنقیدی مطالعے کو مسترد کرنا سہل انگاری پر مبنی ہے۔ کوئی بائبل یا قرآن جیسے مذہبی صحائف پر یقین رکھے یا نہ رکھے، یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے صدیوں تک ثقافت، سیاست، زبان، ادب اور اخلاق پر نہایت گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ اور ان (صحائف)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی وضاحت کے لیے جو مطالعات سامنے آئے ہیں وہ سب سنجیدہ تحقیق کے متقاضی ہیں۔ (ترجمہ: سید راشد بخاری)

مکتوب بنام قاضی اسماعیل الاکوع (صدر محکمہ آثارِ قدیمہ یمن) از ڈاکٹر جیرڈ آر جوزف پوئن زار بروکن یونیورسٹی جرمنی (بشکریہ امپیکٹ انٹرنیشنل، مارچ ۲۰۰۰ء)

محترم جناب قاضی اسماعیل الاکوع

مخلصانہ آداب واحترام!

بعض یمنی دوستوں کے ذریعہ یہ جان کر بہت دکھ ہوا کہ یمن کے آثار قدیمہ کے موجودہ اور سابقہ ذمہ داران پر ایک امریکی رسالے میں شائع ہونے والی مبینہ خبر کی بنیاد پر غم وغصہ کا اظہار کیا جا رہا ہے، جس کے مطابق بعض جرمن محقق عنقریب چند انکشافات کرنے والے ہیں۔ خبر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جرمنی کے زیر اہتمام ایک منصوبے کے تحت جن تاریخی چرمی پارچہ جات کی مرمت کی گئی ان میں قرآن مجید کا ایک نسخہ بھی تھا جو مسلمانوں میں مروجہ قرآن مجید سے مختلف ہے۔ اخبار ''البلاغ'' شمارہ ۳۱۲ کی ایک اطلاع کے مطابق عالم اسلام کی رائے عامہ کی تشویش سے بچنے کے لیے صنعاء کے اعلیٰ حکام معاملے کو دبانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

یہ اخباری مہم بالکل بے بنیاد ہے، امریکی رسالے کی خبر کے حوالے بھی اور صنعاء کے قلمی نسخوں کے حوالے سے بھی، نیز ہمارے اس کام کے حوالے سے بھی جو قرآن کے مطالعہ کے سلسلے میں میں اور میرے ساتھی ڈاکٹر گراف وان بوتھمر، زار بروکن یونیورسٹی میں کر رہے ہیں۔ مجھے اس مہم پر بہت افسوس ہے کہ جس کا نشانہ یمن اور جرمنی کے مابین جاری تعلیمی اشتراک وتعاون ہے۔ تعجب ہے اس مہم کے منصوبہ ساز عناصر نے اس مقصد کے لیے جرمن وزیر خارجہ کے دورۂ یمن سے ایک ہفتہ قبل کے وقت کا انتخاب کیا!

گزشتہ سال اکتوبر میں، میں اور میرے ساتھی قرآنک اسٹڈیز کانفرنس کی دعوت پر ہالینڈ کے شہر لائیڈن گئے تھے جہاں ہم نے صنعاء میں موجود قرآنی نسخوں کی فوٹو کاپیوں کی مدد سے دو لیکچرز دیے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان لیکچرز میں نہ صرف مغربی محققین نے بلکہ خود مسلم اسکالرز نے بھی گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ یہ لیکچرز ابھی زیورطباعت سے آراستہ نہیں ہوئے۔

اس اظہار سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے اپنی تحقیقات میں اسکالرز کی نظروں سے کوئی چیز چھپانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ جاہل اور کینہ پرور اصحاب کو ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے، تا آنکہ تعلیم یافتہ نئی نسل آئے جسے اپنے ملک کی منفرد تاریخ سے دلچسپی ہو، اپنے دینی ورثہ پر شاداں ہو، ان لوگوں کی شکرگزار ہو جوان آثار کے تحفظ اور دیکھ بھال کے لیے سرگرم ہوں اور وہ ان سے تجربہ اور تعاون لیں۔ ''اگرچہ اس چیز کے حصول کے لیے انہیں چین جانا پڑے''!

آخر میں مجھے امید ہے کہ صنعاء کے مخطوطات کے متعلق اصل صورت حال جاننے کے بعد ہمارے اور آپ کے بارے میں غم وغصہ کی لہریں پرسکون ہو جائیں گی۔

اپنے عربی اسلوب کی کمزوری پر معذرت خواہ ہوں۔

آپ کا مخلص

ڈاکٹر جیرڈ-ر-یوسف پوئن

زاربروکن ۱۴/۲/۱۹۹۹ء

(عربی سے ترجمہ: عبدالحی ابڑو)

© rasailojaraid.com